Advance Social Science Archive Journal
Available Online: https://assajournal.com
Vol.3 No.1,January-March,2025.Page No.1449-1456
Print ISSN: 30062497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

A CRITICAL REVIEW OF THE OPINIONS OF MODERN SCHOLARS AND INTELLECTUALS RELATED TO THE SYSTEM OF DEMOCRACY

جمہوریت کے نظام سے متعلق جدید اہل علم وفکر کی آراء کا تنقیدی جائزہ

Mr. Bilal Hussain	Lecturer, Department of Islamic Studies, Kohat University of Sciences & Technology, Kohat.
Mr. Mohib Ullah	MPhil Scholar Department of Islamic Studies, Kohat University of Sciences & Technology, Kohat.
Mr. Javed Ghani	Lecturer, Department of Islamic Studies, Kohat University of Sciences & Technology, Kohat.

ABSTRACT

The word "Democracy" is derived from the Arabic Language, which means something to be in abundance and high or prominent. Political experts do not agree on any definite definitional of democracy, so if a society or a state, according to its circumstances, arranges a system of government that includes the will of the people instead of an individual or a specific class, it will be called a democracy. The fundamental roles in the establishment of democracy in the world are the ideas of political thinkers and intellectuals and other revolutions that took place in America and France. In this sense, Europe is called the cradle of modern democracy. There is a difference in the opinions of ancient scholars and intellectuals regarding the system of democracy.In this regard, it is necessary to try to determine a clear path for the nation by critically evaluating the opinions of modern scholars and intellectuals related to democratic governance. So that the Islamic countries can have their leadership skills in the world by following the principles of Islam.

Key Words: Democracy, Modern Scholars, Critically Evaluating Opinion.

تعارف: (Introduction)

انسان کو فطری طور پر آزاد مزاجی پسند ہے۔ اس دنیا میں زندگی گزارنے کے لئے اس کا دوسرے انسانوں کے ساتھ بہترین تعلقات پر منحصر ہے اور اس تعلق کو انسانی سماج یا معاشرہ کہا جاتا ہے اور اس معاشرے کو پر امن طریقے سے چلانے کے لئے قانون کی ضرورت ہوتی ہے اور اس قانون کو نافذ کرنے کے لئے کسی سربراہ کا ہونا بہت لازمی ہوتا ہے۔ س لئے زمانہ قدیم سے مختلف بادشاہ، حکمران، سردار اور قاضی وغیرہ معاشرے کی نظم ونسق عمدہ طریقے سے چلانے میں کامیاب رہے ہیں۔ اس حوالے سے افلاطون نے جمہوریہ کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ جو کہ طرز حکمرانی کی ایک مثالی مملکت کے قیام کے لئے کافی کارآمد مانا جاتا ہے۔

موجودہ زمانے میں حکمرانوں کے برسر اقتدار آنے کی تین صورتیں ہیں۔

۱۔ مطلق العنان طرز حکومت

۲۔ جمہوری طرز حکومت

۳۔ اسلامی طرز حکومت

حکمرانی طرز حکومت میں سب سے اعلیٰ مثال انبیاء علیہم السلام نے پیش کیا۔ قرآن کریم نے حضرت آدم علیہم السلام کے لئے خلیفتہ اللہ فی الارض کا لفظ استعمال کیا۔ پھر انبیاء علیہم السلام کی آخری کڑی حضرت محمد ﷺ نے مدینہ میں اسلامی ریاست قائم کیں۔ پھر خلفائے راشدین نے اس کام کو آگے بڑھایا۔ علماء امت اور اہل علم وفکر نے اپنے اپنے ادوار میں حکمرانوں کے طرز انتخاب پر کافی کچھ لکھا۔ جیسے امام غزالی اور امام ابن تیمیہ وغیرہ۔

جمہوری طرز حکمرانی عوام الناس کی اکثریت پر وجود میں آنے والے نظام کو کہتے ہیں۔ یعنی لوگوں کی اکثریت اپنی اچھائی اور برائی کا فیصلہ خود کرتے ہیں۔

یورپ میں جمہوریت کے نفاذ کے بعد اسلامی ممالک میں بھی یہ نظام قائم ہونے میں کامیاب رہا۔ تو مسلمانوں نے اس جمہوری نظام کو اسلام کے زریں اصولوں پر چلانے کے لئے کوششیں شروع کیں۔ شاعر مشرق علامہ محمد اقبال اور دیگر نامر علماء نے جمہوریت کے بارے میں کافی کچھ لکھا۔ اس سلسلے میں پاکستان کے نامور محقق جناب مفتی تقی عثمانی اور علامہ مودودی کی کتابیں اور قدیم میں افلاطون کی کی کتاب "جمہوریہ" قابل ذکر ہیں۔

اس حوالے سے ضرورت اس بات کی ہیں کہ جمہوری طرز حکومت سے متعلق جدید اہل علم وفکر کی آراء کا تنقیدی جائزہ لے کر قوم کے لئے ایک واضح راستے کے تعین کی کوشش کی جائے۔ تاکہ اسلامی ممالک اسلام کے زریں اصولوں پر چل کر اقوام عالم میں اپنی قائدانہ صلاحیتوں کا حامل ہو جائے۔

جمہوریت کی تعریف جدید اہل علم وفکر کے نزدیک:

جمہوریت کی تعریف مختلف حضرات نے مختلف الفاظ سے کی ہے۔ قدیم اور جدید نے اس کو موضوع بحث بنایا ہے، ہم یہاں جدید اہل علم وفکر کی ذکر کردہ تعریفات نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

۱۔ معجم الوسیط میں جمہوریت کی تعریف کے بارے میں یہ تفصیل ہے۔

"الجمہور من کل شیء معظمه ---والحکم الجمہوری ان یکون الحکم بید اشخاص تنتخبهم الامته علی نظام خاص ویکون للا مته رئیس ینتخب لمدته محدودته --- الجمہوریته دولته یرأسها حاکم منتخب من الشعب او من ممثلیه، وتکون ریاسته لمدته محدودته"۔

"جمہور ہر شئے کے بڑے حصے کو کہتے ہیں۔ اور جمہوری نظام میں فیصلے کا اختیار کچھ خاص لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں ہوتا، بلکہ ایک خاص نظام کے تحت عوام اپنی مرضی کے مطابق حکمران کا انتخاب کرتے ہیں۔ اور یہ انتخاب ایک متعین وقت کے لئے ہوتا ہے۔ یعنی جمہوریہ ایسی حکومت کو کہتے ہیں جس میں عام و خاص لوگ اپنی مرضی کے مطابق حاکم کا انتخاب کرتے ہیں اور یہ انتخاب ایک متعین وقت کے لئے ہوتا ہے۔ [1]

۲-جناب احمد مختار صاحب فرماتے ہیں:

"دولته یرأسها حاکم منتخب من الشعب او من ممثلیه، وتکون ریاسته لمدته محدودته، ینص علیها دستور البلاد"۔

"جمہوریہ ایسی حکومت کو کہتے ہیں جس میں لوگ اپنا نمائندہ خود منتخب کرتا ہو اور یہ نمائندہ ایک متعین وقت کے لئے منتخب کیا گیا ہو"۔ [2]

۳۔ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب جمہوریت کی تعریف کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

"ایک ایسا نظام جس میں عوامی رائے کا احترام کیا جاتا ہو، اور عوام کو حکومتی نظم ونسق میں شامل کیا گیا ہو" جمہوریت کی کوئی جامع تعریف نہیں ہے، خود علماء سیاست بھی اس کی تعریف پر متفق نہیں ہے۔ لیکن جامع تعریف کچھ یوں ہے۔

"ایک ایسا نظام جس میں حکومت چلانے کے لئے عوام کی رائے کو مد نظر رکھ کر شامل کیا گیا ہو"۔ [3]

۴۔ جناب محمد صلاح الدین شہید (مدیر رسالہ تکبیر کراچی) جمہوریت کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"جمہوریت ایک ایسا نظام حکومت ہے جس میں اقتدار ان افراد، سیاسی جماعت یا جماعتوں کو سونپا جاتا ہے جن کو رائے دہندگان کی اکثریت نے اپنی آزادانہ مرضی سے اپنا نمائندہ منتخب کیا ہو"۔ [4]

۵۔ پروفیسر شاہ فرید الحق صاحب فرماتے ہیں:

"جمہوریت عوام کی ایسی حکومت ہے جس میں وہ اپنی بساط کے مطابق پوری خود اعتمادی کے ساتھ حصہ لیتے ہیں"۔ [5]

۶۔ ہندوستان کے مشہور فقیہ اور محقق حضرت مولانا سیف اللہ خالد رحمانی صاحب فرماتے ہیں:

"جمہوریت نام ہے اسی تصور کا جس میں انسان اپنے آپ پر کسی شخص یا گروہ کی حکمرانی کو تسلیم کرتا ہے، لیکن اس طرح نہیں کہ کوئی فرد یا گروہ زبردستی اس پر مسلط ہو جائے، بلکہ اس کے منتخب کئے ہوئے نمائندے اس پر حکومت کرتے ہیں"۔[6]

۷۔ قائد ملت اسلامیہ جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب جمہوری نظام کے بارے میں فرماتے ہیں:"جمہوریت اور اسلام میں کوئی تضاد نہیں ہے، کیونکہ جمہوریت ایک طرز حکومت ہے، اور اسلام آئین حکومت ہے۔ حق اقتدار کس کا ہو قیام حکومت کا طریقہ کار کیا ہو، اسلام اس کا تعین نہیں کرتا ،اس کو عوام پر چھوڑ دیتا ہے، جس کو جمہوریت کہا جاتا ہے"۔[7]

جمہوریت کے نظام سے متعلق جدید اہل علم وفکر کی آراء:

جمہوریت کے ناقدین جدید اہل علم وفکر کی آراء:

ا۔ علامہ اقبال کی رائے (۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء) کا جائزہ:

علامہ محمد اقبال نے فرمایا: کہ آپ کس طرح جاہل اور گرے ہوئے لوگوں سے جدید اور عالمی سوچ کی توقع کرتے ہو؟ یہ تو اس بات کے مترادف ہے کہ کوئی سلیمانؑ اور چیونٹی کی ذہانت کو برابر کر سمجھیں، اکثریت والی باتوں کو چھوڑنا ہو گا کیا کبھی کسی انسان نے دو سو گدھے ایک انسان کے برابر ثابت کئے ہیں۔

متاع معنی بیگانہ از دوں فطرتاں جوئی
ز موراں شوخئ طبع سلیمانی نمی آید
گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانی نمی آید[8]

جس نظام میں ووٹنگ کے ذریعے امیدواروں کو چنا جاتا ہے رائے دینے والوں کو نہیں دیکھا جا سکتا کہ یہ رائے کس کی ہے؟ ایسے نظام میں رہنا بے سود رہے گا۔

اس راز کو اک مرد قلندر نے کیا فاش ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے
جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

اکثریت بھی امیدواروں کی طرف نہیں دیکھتیں۔ بس اپنے فائدے کو دیکھ کر ووٹ ڈالتے ہیں اس سے تو بادشاہت کا نظام سودمند رہے گا۔ ۔ اس لئے علامہ اقبال کہا کرتے تھے:

ہے وہی ساز کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
مجلس آئین و اصلاح و رعایات و حقوق
طب مغرب میں مزے میٹھے اثر خواب آوری
گرمئ گفتار اعضائے مجالس الاماں
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگ زرگری[9]

شیطانوں کی مجلس میں ایک مشیر دوسرے کو کہتا ہے کہ آپ سلطانی جمہور کے نئے فتنے سے لاعلم ہے یہ فتنہ خیر ہے شر نہیں۔

خیر ہے سلطانی جمہور کا غوغا کہ شر
تو جہاں کے تازہ فتنوں سے نہیں باخبر[10]

تو دوسرا کہتا ہے کہ سلطانی حکومت کی تحریک کا مجھے علم ہے۔ لیکن یہ محض دھوکہ ہے۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے بادشاہت سے نجات پائی ہے مغربی جمہوریت تو کمزور آدمی کو بھی غلامی میں دھکیلتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ کا فرمان:

ہو، مگر میری جہاں بینی بتاتی ہے مجھے
جو ملوکیت کا اک پردہ ہو اس سے کیا خطر
ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خود نگر
کاروبار شہریارہ کی حقیقت اور ہے
یہ وجود میر و سلطان پر نہیں ہے منحصر
مجلس ملت ہو یا پرویز کا دربار ہو
ہے وہ سلطان غیر کی کھیتی پہ ہو جس کی نظر
تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر [11]

علامہ اقبال نے جمہوریت کو سوشلسٹ سے بھی برا قرار دیا ہے اس لئے کہ اس نظام کو ملوکیت کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ لھٰذا شیطان اس نظام سے خوفزدہ نہیں۔ تاہم اس نظام نے اشتراکی نظام کو بالکل ختم کر دیا ہے۔

روح سلطانی رہے باقی تو پھر کیا اضطراب
ہے مگر کیا اس یہودی کی شرارت کا جواب
وہ کلیم کیا ہے تجلی وہ مسیح بے صلیب
نیست پیغمبر و لیکن در بغل وارد کتاب
کیا بتاؤں کیا ہے کافر کی نگاہ پردہ سوز
مشرق و مغرب کی قوموں کے لئے روز حساب
اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا طبیعت کا فساد
توڑ دی بندوں نے آقاؤں کے خیموں کی طناب [12]

مندرجہ بالا بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ علامہ اقبال جمہوریت کے حق میں نہیں تھے اس لئے کہ یہ نظام مکمل طور پر اسلام سے متصادم ہے۔

۲۔ جمہوریت حضرت مولٰنا شاہ محمد حکیم اختر کے مطابق:

(م ۲ جون ۲۰۱۳ء)

حضرت صاحب جمہوریت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"اسلامی قوانین میں ایسا کوئی تصور نہیں پایا جاتا جو جمہوری نظام میں متصور ہے کہ جس طرف ووٹوں کی تعداد زیادہ ہو وہاں منحرف ہو جائے۔ جب کہ شریعت میں اگر ساری کائنات ایک طرف ہو تو بھی مسلمان اللہ تعالیٰ کے حکم کا تابع ہوتا ہے۔ جس وقت نبی کریم ﷺ نے کوہ صفا پر نبوت کا اعلان کیا تو تعداد کے اعتبار سے، حضور اکرم ﷺ کے ساتھ کوئی نہ تھا صرف اور صرف رسول اکرم ﷺ کی ذات موجود تھی۔ تو کیا حضور ﷺ باری تعالیٰ کے نظام سے پیچھے ہٹ گئے؟ کہ جمہوری نظام میری مخالف ہے، اکثر لوگوں کی رائے میری مخالفت میں ہے تو میں نبوت سے الگ ہو جاؤں۔" [13]

۳۔ شیخ الحدیث سلیم اللہ خان کے مطابق جمہوریت:

(م ۱۵ جنوری ۲۰۱۷ء)

سلیم اللہ خان سے جمہوریت کے بارے سوال کیا گیا کہ:

"کیا اسلامی نظام حکومت کا نفاذ اور قیام، موجودہ سیاسی انتخابات کے ذریعے ممکن ہے؟"

تو آپ نے کچھ یوں جواب دیا: اس طرح بالکل ناممکن ہے۔ نہ انتخابی نظام کے ذریعے اور نہ ہی جمہوری نظام سے اسلام کا کلمہ بلند ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ موجودہ جمہوری نظام میں کثرت رائے کو ترجیح دی جاتی ہے۔ جب کہ لوگوں کے درمیان بے وقوف اور جاہلوں کی کثرت ہے، جو دین اسلام کی حقانیت اور افادیت کو نہیں جانتے، تو ان کی طرف سے یہ توقع نہیں ہو سکتی۔"[14]

جمہوریت کے مؤیدین جدید اہل علم و فکر کی آراء:

۴۔ مفتی تقی عثمانی کی رائے جمہوریت کے بارے میں:

(پیدائش ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۳ء)

مفتی تقی عثمانی کے مطابق جمہوریت کی حقیقت کچھ یوں ہے:

"حقیقت یہ ہے کہ کائنات میں جمہوری نظام کے نتیجے میں ایسے قوانین معرض وجود میں آئے اور پھیل گئے۔ جس کی وجہ سے کلی طور پر ہر فرد کو آزادی کا فائدہ حاصل ہوا، اس نظام کے آنے سے قبل مکمل طور پر مسلط شدہ حکمرانی اور ڈکٹیٹر لوگوں کی حکومتیں تھیں، جو افراد پر ظلم و زیادتی کرتے تھے۔ جمہوری نظام سے ان کی جڑیں اکھڑ گئیں۔ لوگوں کو رائے پیش کرنے کی آزادی ملی۔ لیکن پھر بھی یہ نظام کسی انسان دوست اور سنجیدہ افکار کا نتیجہ نہیں بلکہ ظلم و زیادتی کے تصورات کے رد عمل میں جنم لینے والا نظام ہے۔"[15]

جس خصوصیت کی وجہ سے جمہوریت کو طرہ امتیاز دیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ نظام عوام کی حکومت اور حاکمیت کا قائل ہے۔ لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ کیا یہ خوبی ہے یا خامی ہے؟ مفتی تقی عثمانی جمہوریت کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ سب سے اول غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اگر حاکمیت کا حق عوام کا ہے تو حکومت کسی پر کی جائے گی؟ کیا زمین پر حکومت کی جائے گی؟ یا عمارتوں پر؟ کسی کی حاکمیت تسلیم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی محکوم بھی ہو لیکن جمہوری نظام کے اس تصور سے کوئی بھی محکوم علیہ نہیں رہتا، جو اس کائنات کے کسی بھی منطق کے اعتبار سے صحیح نہیں، کیونکہ ایسا ناممکن ہے کہ ایک ہی فرد حکمران بھی ہو اور عوام بھی۔

رعایا کی حکومت کا دوسرا جانب یوں ہے کہ یہ ایک عظیم دھوکہ اور فراڈ ہے۔ اور عوام کو خوش فہمی میں مبتلا کرتا ہے۔ ان کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ آپ حکمران ہیں لیکن حقیقت اس کے برعکس اور مخالف ہے، کہ حکومتی امور میں عوام کی رائے کا مقام محض خیالی ہے۔ بہت سارے قوانین اور مقننہ کے امور و افعال سے عوام بالکل بے خبر ہوتے ہیں۔

جمہوریت کے حمایت کرنے والے بھی اس پر متفق ہیں کہ جمہوری نظام اس وقت کامیاب ہے جب رعایا کی تعلیمی حیثیت بلند اور عالی ہو، اور اس کے مخالف حالات میں حکمران، عوام کو بہکائے رہتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ جس ملک میں عوام تعلیمی اعتبار سے بلند ہیں، اس ملک میں جمہوریت مضبوط اور مستحکم ہے، جب کہ تعلیمی اعتبار سے گرے ہوئے اقوام کے مابین جمہوری نظام محض ایک دھوکہ ہے۔[16]

۵۔ مفتی منیب الرحمٰن کی رائے جمہوریت کے بارے میں:

(پیدائش ۸ فروری ۱۹۴۵ء)

حکومت کے قیام کے لئے قرآن مجید میں کوئی ایک خاص انداز متعین نہیں۔ حضرت آدمؑ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ"۔[17]

ترجمہ: "جس وقت تمہارے رب نے فرشتوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں زمینی دنیا میں اپنا خلیفہ بنانے لگا ہوں۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ کیا یا الٰہی آپ ایسے مخلوق کو مقرر کریں گے جو خون بہائیں گے اور زمین میں فساد پھیلائیں گے۔ جب کہ ہم فرشتے تمام تر اوقات آپ کی پاکی اور صفات بیان کرتے ہیں اللہ جل شانہ کا فرمان ہوا کہ میں یقیناً وہ سب کچھ جاننے والا ہوں جو آپ نہیں جانتے۔"

قرآن کریم نے زمین پر نیابتِ الٰہی کو خلیفہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال (كانت بنو إسرائيل تسوسهم الأنبياء) كلما هلك نبی خلفه نبی وإنه لا نبی بعدی وسيكون خلفاء فيكثرون"۔[18]

"آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ بنی اسرائیل کے سیاسی امور اور اجتماعی نظم ونسق کو سنبھالنے کی ذمہ داری انبیاء کرامؑ کی تھی۔ جب بھی ایک نبی رحلت فرماتے تو دوسرا نبی اس کی جگہ فرائض انجام دیتے۔ لیکن میرے بعد کسی نبی نے نہیں آنا اور ان فرائض کی انجام دہی کے لئے خلفاء مقرر ہوں گے۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کی وضاحت یوں فرمائی ہے:

"وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ"۔[19]

ترجمہ: "اور (مسلمان) وہ لوگ ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کو من وعن مانتے ہیں۔ نماز قائم کرنا، باہمی امور مشورے سے طے کرنا اور اللہ کی راہ میں اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرنا (ان کا خاصہ ہے)۔"

"فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ"۔[20]

"اللہ جل شانہ کی طرف سے رحمت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دل کو ان کے واسطے نرم کیا ہے اور اگر ترش رو اور دل کے سخت ہوتے تو آپ ﷺ سے دور ہو کر انتشار کا شکار ہوتے۔ پس ان (صحابہ) سے عفو و درگزر کرتے رہیں۔ اور جب کبھی کسی کام کا مصمم ارادہ کر چکے تو (خوش آئند نتائج کے لئے) اللہ رب العزت پر توکل کریں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

"خلاصہ یہ کہ مسلم معاشرے کے معاشرتی اور اجتماعی انتظام وانصرام کے امور کو آپس میں مشورے سے طے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اہل مشورہ، صائب الرائے افراد پر مشتمل ہو۔ جب کہ اس مقننہ کی تشکیل کو مسلمانوں کی دانشمندی پر چھوڑ دیا ہے۔ کیوں کہ حالات کے ساتھ، جس دور میں جس قسم کی حکمت عملی کی ضرورت ہو تو اس کو اپنایا جائے۔ اور اسی وجہ سے اسلامی تعلیمات اور اجتماعی معاملات کو سدھارنے کے لئے قابل عمل رہا ہے۔ حضور ﷺ کے رحلت کے بعد بھی اسلامی حکومت کے لئے خلافت راشدہ کا لفظ مستعمل ہے اور وہ نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے ڈھانچے پر ہی قائم رہی۔ خلفائے راشدین کے بعد اگرچہ حکومت خاندانوں کی بادشاہت میں بدل گئی لیکن پھر بھی خلافت کی اصطلاح ہی دنیا نے دیکھی۔ بالآخر تمام تجربات کے بعد دنیا نے جدت سے روشناس ہو کر جمہوری نظام پر سب کا اتفاق رائے پایا جاتا ہے لیکن آج بھی تمام دنیا اس پر متفق نہیں ہو سکیں۔ آج کی دنیا کا انسان مختلف تجربات، مراحل سے ہوتا ہوا اس حد تک پہنچ چکا ایک حد تک یہ بات درست اور صحیح ہے کہ جمہوری نظام کے مقابلے میں کوئی اور نظام نہیں لیکن یہ نظام خود ایک دھوکہ اور فریب ہے۔ کیوں کہ انبیاء کرامؑ کے علاوہ کسی نے بھی ایسا نظام حکومت قائم نہیں کی جو اس زمانے کے تمام لوگوں کا اتفاق پایا جاتا ہو باوجود اس کے کہ جمہوری نظام دنیا میں راج کر رہی ہے پھر بھی جمہوری نظام اس تصور کا نام ہے کہ اقلیت کے مقابلے اکثر لوگوں کی رائے کو حکمران سپرد کرنا۔ اس لئے کہ بہت سارے موقعوں پر منتخب شدہ نمائندگان سے بھی رائے نہیں لی جاتی چہ جائے کہ عوام سے رائے لی جائے یا ان کی کوئی نمائندگی کرے۔ فرانس اور امریکہ میں موجود صدارتی نظام کے نتیجے میں اگرچہ اکثر لوگوں کو رائے کا حق حاصل ہے لیکن جو افراد اپنی آراء ظاہر نہیں کرتے ان کی طرف سے کوئی صدق پر مبنی رائے سامنے نہیں آتی پھر بھی وہ حکمران بن جاتا ہے چند سال پہلے کراچی میں لاکھوں افراد پر مشتمل حلقوں میں سے دو ہزار کے قریب ووٹ لینے والے بھی پورے کے پورے حلقے کے نمائندے بنے۔ بلوچستان کا بھی یہی حال ہے جمہوری نظام سے متاثر افراد جواز کے لئے اس اصول کا سہارا لیتے ہیں کہ جب بھی زیادہ لوگوں کی رائے ایک طرف آجائے تو وہ درست اور صحیح ہوتا ہے جدت سے سرشار افراد جیسے غلام احمد پرویز اس نظریئے کے پرستار رہے کہ قرآن وحدیث کا وہی معنی ومفہوم ملک میں رائج ہو گا جو پارلیمانی ارکان مختص کر لیں۔ پرویز صاحب کے ہاں جو نبوت کا عالی شان مقام بھی مرکز ملت سے تعبیر شدہ ہے۔ جو اس زمانے کے لئے قابل اعتبار تھا اور آنے والے اوقات میں یہ حق اور عہدہ ہر حاکم وقت کو حاصل ہے لیکن اسلامی قانون میں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ قطعی اور دوٹوک احکامات کو کوئی بھی تبدیل نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کو ٹکرا سکتا ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ آج مغرب میں بہت سارے قبیح اور ناشائستہ افعال بالکل جائز سمجھے جاتے ہیں اور رواج پارہے ہیں قانونی طور پر بھی مکمل جواز مل چکی ہے مثلاً ہم جنس پرستی، شراب، سود، زنا بالرضا کی تو کوئی عار بھی محسوس نہیں کی جاتی۔ وطن عزیز پاکستان میں بھی اگرچہ کچھ ادارے اور ایسے قانونی دفعات موجود ہیں جو شریعت اسلامیہ کے خلاف نظریات کی پرچار کرتے ہیں لیکن ساتھ یہ بھی ایک خوش آئند بات ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کے پیش کردہ سفارشات کی منظوری پارلیمنٹ کی طرف سے ضروری نہیں۔

پاکستان میں ظلم در ظلم یہ ہے کہ پارلیمنٹ کے جمہوری نظام کو بھی قانونی تقاضوں کی رو سے چلنے نہیں دیا جارہا۔ مقننہ بھی قانون کو بنانے میں بھی وضع کردہ اصولوں پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ کانٹ چھانٹ کے بعد قانون سازی کے لئے جو مراحل اور مدارج طے کئے گئے ہیں ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ کبھی تو

ایک ہی دن میں سینکڑوں کی تعداد میں ترامیمی بل منظور کیے جاتے ہیں اور کبھی ایف۔اے۔ٹی۔ایف اور آئی۔ایم۔ایف کے اشاروں پر پیش کردہ دستاویز محض دکھائی اور نمائش سے کچھ زیادہ نہیں ہوتا۔اس پر عمل نہیں کیا جاتا۔"[21]

۶۔ حضرت مفتی محمود کی رائے:

(متوفی ۱۹۸۰ء)

مفتی محمود جمہوریت کے بارے میں فرماتے ہیں: "اسلامی تصورات کے مطابق حاکمیت اعلیٰ فقط اللہ جل شانہ کا عہدہ ہے، عوامی رائے کا احترام ضرور کیا جاتا ہے اور انہیں مشاورت میں شریک کیا جاتا ہے، لیکن خالق کائنات نے جو نظام طے کیا ہے اسے تبدیل نہیں کیا جاسکتا ہے۔عوام کے نمائندوں کا وہ فیصلہ صحیح اور جائز ہوگا جہاں پر اللہ تعالیٰ ان کو معاملات میں فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہو گا۔ہم محدود جمہوریت کے قائل ہیں، جو علی الاطلاق جمہوریت ہے حاکمیت عوام اسلامی تعلیمات کے منافی ہے حاکمیت کا حق صرف اللہ رب العزت کو حاصل ہے۔ "[22]

۷۔ قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن کی رائے:

(پیدائش جون ۱۹، ۱۹۵۳ء)

حضرت مولانا فضل الرحمٰن جمہوریت کے بارے میں فرماتے ہیں: کہ

"جمہوریت اور اسلام میں کوئی تضاد نہیں ہے، کیوں کہ جمہوریت ایک طرز حکومت ہے، اور اسلام آئین حکومت ہے۔حق اقتدار کس کا ہو، قیام حکومت کا طریقہ کار کیا ہو، اسلام اس کا تعین نہیں کرتا، اس کو عوام پر چھوڑ دیتا ہے، جس کو جمہوریت کہا جاتا ہے۔ہمارے ہاں اس بحث کو الجھا کر جمہوریت اور اسلام کو مد مقابل بنا دیا جاتا ہے، ہمارے نزدیک وہ جمہوریت گمراہی ہے جس جمہوریت میں اسمبلیوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے احکام اور نصوص قطعیہ میں تبدیلی لائی جاسکتی ہو۔مغربی جمہوری نظام میں پارلیمنٹ کو حلت و حرمت کی اتھارٹی حاصل ہوتی ہے۔پاکستان کا مذہب اسلام ہے۔اور اسلامی نظام میں حاکمیت اعلیٰ، اللہ جل شانہ ہی کو حاصل ہے۔لھٰذا اس خطے میں قرآن و سنت سے متصادم کوئی قانون سازی نہیں ہوسکتی۔"[23]

نتائج بحث

اس تحقیق میں جمہوریت سے متعلق جدید اہل علم وفکر کی آراء اور ان کے دلائل کو قلمبند کرنے کے بعد محقق کے سامنے مندرجہ ذیل نتائج سامنے آئیں۔

۱۔ جدید اہل علم وفکر میں سے جو حضرات جمہوریت کے حق میں ہیں اور جو حضرات جمہوریت کے خلاف ہیں، دونوں کی آراء دلائل پر مبنی ہیں۔

۲۔ جدید اہل علم وفکر میں مولانا مفتی محمود، مولانا مفتی تقی عثمانی، قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن اور مفتی منیب الرحمٰن نے جمہوریت کی تائید کی ہیں ۔تاہم اس کے ساتھ ساتھ اس نظام میں بہتری لانے کے لئے بھی تجاویز دی ہیں۔

۳۔ جدید اہل علم وفکر میں علامہ اقبال، مولانا شاہ محمد حکیم اختر اور مولانا سلیم اللہ خان نے جمہوریت کی نفی کی ہے۔

حوالہ جات

1 ابراہیم مصطفیٰ، احمد الزیات، حامد عبد القادر، محمد النجار، معجم الوسیط، باب الجیم، دارالدعوۃ، ج ۱، ص ۱۳۷

2 احمد مختار عبد الحمید عمر المتوفی ۱۴۲۴ھ، معجم اللغۃ العربیہ، عالم الکتب، ط ۱۴۲۹ھ، ج ۱، ص ۴۰۰

3 مفتی محمد تقی عثمانی، اسلام اور سیاسی نظریات، مکتبہ معارف القرآن کراچی، ط ۲۰۱۰ء، ص ۸۰، ۸۱

4 صلاح الدین، جمہوریت فریب یا حقیقت، پاکستان ووٹرز فورم پاکستان، ط ۱۹۸۹ء

5 پروفیسر شاہ فرید الحق، نظری سیاست، شیخ سنز کراچی، ط ۱۹۹۱ء، ص ۳۰۱

6 مجموعہ مقالات علماء ہند، الیکشن کے شرعی احکام، ایفا پبلکشنز دہلی، ط ۲۰۱۴ء، ص ۱۱

7 ترتیب ڈاکٹر امیر زادہ خان، مشافہات، مفتی محمود اکیڈمی پاکستان کراچی، ط ۲۰۱۷ء، ج ۱، ص ۱۵۷

8 علامہ محمد اقبال، پیام مشرق، مضمون: جمہوریت، عبد المجید خوشنویس لوہاری منڈی لاہور، ۱۹۳۳ء، ص ۱۱۷

[9] علامہ محمد اقبال، بانگ درا، ۳ ستمبر ۱۹۲۴ء، تدوین تاریخ نامعلوم، ص ۲۹۶، ۲۹۷

[10] علامہ محمد اقبال، ارمغان حجاز، ابلیس کی مجلس شوریٰ، ۱۹۳۶ء تدوین تاریخ نامعلوم، ص ۱۱

[11] علامہ محمد اقبال، ارمغان حجاز، ص ۱۲

[12] ایضاً

[13] شاہ حکیم محمد اختر، خزائن معرفت و محبت، مظہری کتب خانہ، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲، کراچی، پاکستان، مارچ ۲۰۱۶ء، ص ۲۰۹

[14] سنابل، ماہنامہ، کراچی، مئی ۲۰۱۳ء، جلد ۸، شمارہ ۱۱، صفحہ ۳۲

[15] عثمانی، تقی محمد، اسلام اور سیاسی نظریات، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، نومبر ۲۰۱۰ء، ص ۱۴۵

[16] ایضاً، ص ۱۵۲

[17] سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۳۰

[18] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، دار ابن کثیر الیمامہ بیروت، ۱۹۸۷، ج ۳، ص ۱۲۳۷

[19] سورۃ الشوریٰ، آیت نمبر ۳۸

[20] سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۱۵۹

[21] مفتی منیب الرحمٰن، جمہوریت کا کالم، زاویہ نظر، روزنامہ دنیا، ۲۰۲۲-۱-۱، ص ۹

[22] اختر کاشمیری / محمد فاروق قریشی، اقوال محمود، مفتی محمود اکیڈمی پاکستان کراچی، ط ۲۰۱۵ء، ص ۱۳۵

[23] ترتیب ڈاکٹر امیر زادہ خان، مشافہات (مولانا فضل الرحمٰن کے فکر انگیز ایٹرویوز کا مجموعہ)، مفتی محمود اکیڈمی پاکستان کراچی، ط ۲۰۱۷ء، ج ۱، ص ۱۵۷